نوآبادیاتی عہد میں مطبع نول کشور کے چند اُردو تراجم

ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

In this article, some urdu translations have been introduced. These translations were published by Nawal Kashore Press in colonial period of sub-continant. In these days above mentioned books are found in South Asia Institute of Germany.

ہائیڈل برگ یونیورسٹی، جرمنی کے ساؤتھ ایشیا انسٹی ٹیوٹ میں نول کشور کا ذخیرۂ کتب موجود ہے۔ان کتب میں داستانیں ، شعری مجموعے، تاریخ، مذہب، اخلاق، تصوف، نصابات اور فلسفہ وحکمت وغیرہ کے موضوعات پر تصانیف کی تعداد سیکڑوں میں ہے۔نول کشور کے اس ذخیرۂ کتب کی اہمیت اس سبب سے بھی ہے کہ اس میں کئی تصانیف کے اولیں ایڈیشن موجود ہیں جو اہم ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں ،علاوہ ازیں چند کتب اس نوع کی بھی ہیں کہ جن کے ایڈیشن کم یاب ہیں ۔مثال کے طور پر مولوی احسان اللہ چڑیا کوٹی نے شیکسپیئر کے قصوں کو ۱۸۹۰ء میں مطبع نول کشور سے ''فسانہ ء دلپذیر'' کے عنوان سے اُردو میں ڈھال کر بیس قصوں کی صورت میں پیش کیا تھا ۔ ہر قصہ الگ کتاب کی شکل میں شائع ہوا تھا۔اب یہ قصے ناپید ہیں اور ان کے تجزیے کے بغیر اردو میں ترجمہ نگاری کی روایت مکمل نہیں ہوتی ۔داستانوں کے باب میں بھی کئی اہم داستانیں اس ذخیرہ ء کتب میں موجود ہیں کہ جن کی شکل دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔نول کشور کے اس ذخیرہ ء کتب میں موجود داستانوں اور شعری مجموعوں کا تعارف وتجزیہ پیش کیا جا چکا ہے [۱]۔ذیل میں ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود نول کشور لکھنو اور کان پور سے شائع ہونے والے تراجم کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

نول کشور پریس نہ تو سرکاری ادارہ تھا اور نہ ہی کسی ریاست کے ماتحت تھا۔شاہی مطبع اور فورٹ ولیم کالج کی نگرانی میں شائع ہونے والی مطبوعات کی اپنی ترجیحات اور حدود ہو سکتی ہیں لیکن قیاس کیا جا سکتا ہے کہ نول کشور پریس اس نوع کی ترجیحات اور حدود سے آزاد اور خود مختار ادارہ تھا۔اس نوع کے ادارے براہ راست سرکاری یا ریاستی پالیسیوں کے تحت نہیں ہوتے ۔اسی وجہ سے نول کشور سے جو تراجم شائع ہوئے، وہ کسی سرکاری پالیسی کا نتیجہ قرار نہیں دیے جا سکتے ۔ان تراجم کے پسِ پردہ جہاں کاروباری ذہنیت کارفرما رہی ہو گی تو وہاں معاشرتی طلب بھی کسی نہ کسی طور موجود ہو گی ۔اپنے خطے کی سماجی ، معاشرتی روایات کے ساتھ ساتھ عمومی ذوقِ مطالعہ بھی اپنا عمل دخل رکھتا ہو گا۔یہی وجہ ہے کہ نول کشور کے تراجم میں موضوعات کے حوالے سے رنگا رنگی دکھائی دیتی ہے۔ادب ،طب، مذہب، اخلاق، تصوف کی حامل کتب کو اُردو میں ڈھالا گیا۔

نول کشور کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی کتب کا غالب رجحان طب اور ادب ہے۔طب کے حوالے سے عربی اور فارسی کی ان کتب کا انتخاب کیا گیا کہ جو طب کے میدان میں سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں ۔بوعلی سینا کی ''قانون'' اس کی ایک مثال ہے۔انگریزی ادب سے شیکسپیر اور ڈبلیوایم۔رینالڈس کی تخلیقات کو مرکزِ نگاہ بنایا گیا ہے۔لکھنوء کی تہذیبی میراث میں یونانی طب کو بڑا عمل دخل حاصل رہا ہے۔لکھنو کے نباض عبدالحلیم شرر رقم طراز ہیں :

> ''اس عہد میں دہلی کے دو ایک طبیبوں کے سوا جتنے تھے سب یہیں چلے آئے۔فیض آباد کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں جتنی سرکاریں تھیں ان میں سے ہر ایک سے کوئی یونانی طبیب وابستہ تھا۔جن کا بہت کچھ ادب اور پاس ولحاظ کیا جاتا اور ماہوار تنخواہ کے علاوہ روزانہ انعام واکرام سے سرفراز ہوتے رہتے''۲

لکھنو کی تمدنی تاریخ طب کے تذکرے سے خالی نہیں ۔نیر مسعود کے افسانوں تک اس کی جھلک موجود ہے۔یہ ایک طور شیوہ ءحیات ہے کہ جو مغرب کی جدید طب کے سامنے مزاحمت کا رویہ بھی سامنے لاتا ہے۔قیامِ پاکستان کے ساٹھ برس گزرنے کے باوجود یہاں کی دیہی آبادی کا چلن آج بھی یونانی طب کے زیادہ نزدیک ہے۔اجمل دواخانہ، ہمدرد دواخانہ،قرشی دواخانہ آج کے اس ترقی یافتہ عہد میں بھی نہ صرف اپنی بقا کو قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ اپنے دائرہ اثر کو وسیع تر کرتے چلے جارہے ہیں ۔اس قبولیت کی ایک بڑی وجہ یہاں کی آبادی وہ نسل درنسل تجربہ ہے کہ جس میں انھیں آسانی محسوس ہوتی ہے۔

برصغیر میں انگریزوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے اور کچھ بعد میں فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج، گورنمنٹ کالج، اپچی سن کالج اور اس نوع کے دیگر تعلیمی اداروں کا قیام ایک اہم اشارہ ہے کہ بالآخر برصغیر کے تعلیمی اداروں کے نصابات کو اس ڈھب کی پیروی کرنا پڑی اور فارسی وعربی کی تعلیم کا رواج کم ہوا۔ یہ اہم تہذیبی موڑ ہے۔اسی طرح میوہسپتال، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج،گنگا رام ہسپتال وغیرہ کا قیام ایک نئے تہذیبی منطقے کا استعارہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کی موجودگی میں مشرق کے طبی اسالیب بےمعنی ہونے کا امکان موجود تھا۔اگرچہ مشرق نے تعلیمی اداروں، نصابات ، پہناوے اور دیگر امور میں مغرب کے سامنے زیادہ دیر تک مزاحمت نہیں کی تاہم، طب کے میدان میں یہ مزاحمت پرزور بھی تھی اور بامعنی بھی کہ ابھی تک یہ کشاکش موجود ہے۔

اس تمدنی اور تہذیبی پس منظر میں نول کشور سے شائع ہونے والی طبی کتب اپنے عہد کے سماجی رویوں کے غالب رجحان کو سامنے ضرور لاتی ہیں ۔طب کے حوالے سے اُردو میں ترجمہ ہونے والی کتب جہاں لکھنو کی اس تہذیبی زندگی کی عکاس ہیں کہ جس میں ہر سرکار میں کوئی نہ کوئی طبیب موجود تھا بلکہ لکھنو مشرقی طب کے فروغ وارتقا کا اہم مرکز بھی بن گیا تھا۔طبی کتب کے تراجم اس شہر کی مانگ بھی تھے اور تمدنی تاریخ کے اہم موڑ پر یہ تراجم اپنی قوم کی باطنی زندگی کی بقاء کی علامت بھی ٹھہرے۔نول کشور کے اس ذخیرہ ءکتب صرف ایک ڈاکٹر کی تحریر کردہ کتاب موجود ہے کہ جس میں انھوں نے بیماروں کی دیکھ بھال کے بنیادی اصول پیش کیے ہیں جبکہ اس کے برعکس مشرقی طب پر بیسیوں کتب موجود ہیں ۔یہاں اقتباسات نقل کرنے کی حاجت نہیں کہ جن کی بنیاد پر یہ بات مستحکم کی جائے کہ یورپ نے مسلمانوں کی تحریر کردہ طبی کتب کے تراجم کی بنیاد پر میڈیکل سائنس میں بے مثال کامیابیاں حاصل کیں اور ترقی کے غیر معمولی مدارج حاصل کیے۔اس لیے شاید مثالیت پسندی کا تقاضا تھا کہ علمِ طب میں اپنے عہد کی نئی دریافتوں کی حامل کتب کو اُردو میں منتقل کیا جاتا۔ظاہر ہے کہ اس کے لیے انگریزی زبان پر عبور

اور طب کی دریافتوں سے کما حقہ واقفیت ضروری تھی کہ جس کا بار اس عہد کا ہندوستان نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ چونکہ ہمارے یہاں کی علمی زبان فارسی تھی اور ایک حد تک عربی کے علما بھی موجود تھے، اسی لیے جب طب کی کتب اُردو میں منتقل کی گئیں تو اس کے پسِ پردہ تہذیبی عوامل، افراد کا طبعی جھکاؤ اور علمی منظر نامہ بھی کئی طرح کی توجیہات بن کر سامنے آجاتا ہے۔ اس نوعیت کے لسانی اور تمدنی مسائل آج بھی خوفناک حد تک موجود ہیں کہ ہماری نسل سوچتی کسی اور زبان میں ہے، لکھتی کسی اور زبان میں ہے اور بولتی کسی اور زبان میں ہیں۔ یہ سہ لسانی مسئلہ شاید ہماری معاشرت کا ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔

ہمارا یہ بھی ایک گمان ہے کہ طب کے موضوع پر جو کتب اردو میں منتقل ہوئیں، ان کی اثر پذیری انفرادی نوعیت کی تھی، اجتماعی نوعیت کی نہیں۔ جب یہ کتب اردو میں ڈھالی گئیں تو شاید من الحیث القوم اس وقت کوئی مضبوط طبی درسگاہ نہیں تھی کہ جس کے نصاب میں یہ کتب شامل ہوسکتیں۔ ''لکھنو کی تہذیبی میراث'' میں ڈاکٹر سید صفدر حسین نے عبدالعزیز صاحب کے تکمیل الطب کالج کی نشان دہی کی ہے، تاہم، ہمارے خیال میں ان تراجم کا فائدہ ان اطباء کو ہوا کہ جن کا مطب بیک وقت علاج گاہ بھی تھا اور مکتب بھی اور جنھوں نے انفرادی سطح پر شاگرد پیدا کیے اور اگلی نسلوں تک اس علم کو پہنچایا۔ گمان ہے کہ یہ کتب انفرادی سطح پر نصابات میں شامل رہی ہوں گی یا انفرادی سطح پر ان کی پذیرائی کی گئی ہوگی۔ چونکہ اس عہد کے تمدنی منظر نامے میں طب کا مشرقی اسلوب سماجی رویے کا غالب رجحان تھا جس کی طرف شرر نے ''گذشتہ لکھنؤ'' میں بھی اشارہ کیا ہے، اس لیے ان تراجم کی ضرورت ایک سماجی تقاضا بن گیا ہوگا۔ شرر کے بقول دُنیا کے دیگر خطوں میں یونانی طب کا نام مٹ گیا لیکن واحد ہندوستان تھا کہ جہاں سے اس علم کے ماہر موجود رہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> ''مسلمانوں کی طب کو اگر فنا ہونے سے بچایا تو صرف ہندوستان نے جہاں آج تک اطبائے یونانی یورپ کی جدید اصناف کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کر رہے ہیں اور باوجودیکہ خیراتی ہسپتال گاؤں گاؤں موجود ہیں مگر پھر بھی لوگوں کا اعتبار یونانی اطبا کے علاج پر ہے ڈاکٹروں پر نہیں'' [۳]

برصغیر میں یونانی طب کی بقاء اور اس کے فروغ و ارتقا میں جہاں دیگر عوامل کی کارفرمائی موجود ہے تو وہاں ان تراجم کی اشاعت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نول کشور کے ان اشاعتی منصوبوں نے اہم طبی کتب کو سیکڑوں کی تعداد میں شائع کر کے یہ فیض اس سماج میں ہر خاص و عام تک پہنچا دیا کہ جہاں کا جوگی، گائیک اور حکیم اپنا راز کسی کو نہیں دیتا۔ اس سماجی رویے کی نشان دہی نیر مسعود کے افسانوں کے ساتھ ساتھ بڑے شاندار انداز میں مرزا اطہر بیگ کے ناول ''غلام باغ'' میں بھی ملتی ہے۔ ان اشاعتی منصوبوں سے خاندانی کتب کو سینت سینت کر رکھنے اور علم کے خزانے پر سانپ بن کر بیٹھنے والوں کی بھی حوصلہ شکنی ہوئی۔ اگرچہ اس ذخیرہ ءکتب میں طبی موضوعات پر تراجم کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے لیکن ان سے نول کشور کے اشاعتی منصوبوں کے رجحانات کا اندازہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ عربی اور فارسی میں اس موضوع پر موجود اہم کتب کو بھی نول کشور نے شائع کیا کہ جن کے بارے میں معلومات عربی اور فارسی کتب کی فہرست سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

ان تراجم میں طب کے علاوہ انگریزی ادب کے اُردو تراجم بھی موجود ہیں۔ زیادہ تر تراجم شیکسپیئر، جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس اور ارنیلڈ کی تحریروں کے ہیں۔ شیکسپیئر کے اُردو تراجم کی ابتدائی شکل تو گلکرسٹ کے ہاں ملتی ہے لیکن اس روایت کا باقاعدہ آغاز مولوی احسان اللہ چڑیا کوٹی کے ان تراجم سے ہوتا ہے کہ جو ''فسانہ ءدلپذیر'' کے عنوان سے بیس قصوں پر مشتمل ہیں

اور پہلے پہل ''اودھ اخبار'' میں شائع ہوئے تھے اور بعد ازاں الگ الگ صورت میں نول کشور پریس سے شائع کیے گئے۔مولوی احسان اللہ چڑیا کوٹی شیکسپیئر کے اولین مترجمین میں سے ایک ہیں۔نول کشور سے شائع ہونے والے یہ تراجم کم یاب ہیں۔ایک زمانے میں مجلس ترقیء ادب، لاہور نے ان بیس قصوں پر مشتمل مجموعہ شائع کیا تھا۔ہمارے رابطہ کرنے پر بتایا گیا کہ اب وہ مجموعہ خود مجلس کے ریکارڈ میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی عکسی نقل دستیاب ہے۔ممکن ہے کہ کسی کے ذاتی کتب خانے میں یہ مجموعہ موجود ہو۔اس مجموعے کی دستیابی کے باوجود نول کشور کے مطبوعہ نسخوں کی اہمیت برقرار رہے گی کہ وہی بنیادی ماخذ ہیں۔اس ذخیرہء کتب میں ان بیس قصوں میں سے چھ قصوں کے تراجم موجود ہیں۔

نول کشور سے شائع ہونے والے اُردو تراجم میں جارج ڈبلیو۔ایم۔رینالڈس کی انگریزی تحریروں کے اُردو تراجم ایک تسلسل کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں جبکہ آج اس نام سے زیادہ لوگ واقف نہیں۔رینالڈس کے انگریزی تحریروں کے اُردو تراجم نے اُردو کے افسانوی ادب پر اس طور دیرپا اثرات مرتب نہیں کیے جس طور بعد ازاں ٹالسٹائی، گورکی، چیخوف، بالزاک، وکٹر ہیوگو، ایڈگر ایلن پو وغیرہ کی تحریروں نے اثرات چھوڑے تھے۔ابتداء میں رینالڈس کی تحریروں کو خاصی اہمیت دی گئی، اس کا سبب یہ تھا کہ رینالڈس اپنے عہد میں مقبول ادب لکھنے والوں میں نمایاں ہوئے۔ان کی شہرت اور اہمیت ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوگئی۔جس طور ہمارے یہاں اردو میں بھی مقبول ادب کی کئی مثالیں موجود ہیں لیکن یہ مقبول ادب ادبی روایات اور تصورات پر گہری چھاپ نہیں چھوڑتا۔رینالڈس بھی ایک ایسی ہی مثال ہیں۔ان کے ادب کی مقبولیت کا اندازہ نول کشور سے شائع ہونے ان تراجم سے بخوبی ہوتا ہے۔ہمارا ایک گمان یہ بھی ہے کہ رینالڈس کی تحریریں ہمارے یہاں کی داستانوں کے رومانی پہلوؤں، محیر العقول قصوں، پراسرار دیناؤں، طلسماتی فضاؤں، ماورائے حقیقت کہانیوں، مابعدالطبیعاتی عناصر کے قریب تھیں۔ان خصائص اور مقبولیت کے پیشِ نظر ممکن ہے مترجمین نے ان کی تحریروں کا انتخاب کیا ہو۔اس طور دیکھا جائے تو نول کشور سے شائع ہونے والے تراجم میں طبی اور ادبی کتب نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ذیل میں نول کشور کے اس ذخیرہء کتب میں موجود تراجم کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔فہرست کتاب کے عنوان کو مدِنظر رکھتے ہوئے حروفِ تہجی کے اعتبار سے تیار کی گئی ہے۔چونکہ ان کتب کے موضوعات کا اجمالی تعارف و تجزیہ گذشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے، اس لیے غیر اہم کتب کا سرسری تعارف درج کیا گیا ہے۔

اُردو ترجمہ زادِ غریب:

اس کتاب کے مصنف حکیم صادق علی خان ہیں۔طب کے موضوع پر یہ کتاب فارسی میں تحریر کی گئی تھی جسے حکیم محمد ہادی حسین خان لکھنوی نے اُردو میں منتقل کیا۔زیرِ نظر نسخہ دوسری بار نول کشور لکھنو سے دسمبر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔اس نوع کی فارسی کتب، جن کے اصل مصنف سرزمینِ ہند سے تعلق رکھتے تھے، کا اردو ترجمہ اس بات کی غمازی بھی کرتا ہے کہ انیسویں صدی کے اوائل میں ہی فارسی زبان ہند کے اہلِ علم کے دائرہ فہم و ادراک سے قدرے دور ہو چکی تھی۔

اُردو ترجمہ معالجاتِ سدیدی:

خاتمہ الطبع کے عنوان سے زیرِ نظر عبارت اس ترجمے کا موثر تعارف ہے جو ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔

''الحمد اللہ و المنہ کیا موسم تازہ بہار ہے اور آبیاری رحمت کرد گار ہے کہ غنچۂ نورستہ گلستان طب وثمرہ تازہ نخلستان بر شکایت و نکایت یعنی دوسرا فن سدیدی کا کہ کمیاب ہے بلکہ نایاب ہے اُردو میں ترجمہ ہو کر شائع عام ہوا مفید انام ہوا تاثیر اجزا کے مشاقون کو مبارکباد ہو کہ ہر دوا کی تاثیر ہندی نام کے ساتھ سلیس عبارت مین اور عام فہم زبان مین تحریر ہے گویا ہر لفظ ہر دوا کی تاثیر میں واضح تقریر ہے''۔[۳]

کتاب کا اہم حصہ حواشی پر مشتمل ہے کہ جس میں وضاحتیں اور تفصیلات درج ہیں لیکن شارح کا نام موجود نہیں۔علاوہ ازیں، حروفِ تہجی کے اعتبار سے ادویات کے نام، ان کی تاثیر وغیرہ درج ہے۔صفحات کی تعداد ایک سو چوراسی ہے۔سرورق غائب ہے جس کی وجہ سے مترجم کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔عنوان سے کتاب کے اصل مصنف کے نام کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔یہ کتاب نول کشور، لکھنو سے شائع ہوئی۔سال اشاعت درج معلوم نہیں ہو سکا۔

بستانِ حکمت (انوار سہیلی کا ترجمہ):

انوار سہیلی کا یہ اُردو ترجمہ حسام الدولہ فقیر محمد خان نے کیا۔اس ترجمے کو نول کشور لکھنو سے ۱۹۲۳ء میں شائع کیا گیا۔

بوستانِ معرفت ترجمہ و شرح اردو مثنوی مولانا روم:

مولانا روم کی مثنوی کا یہ اردو ترجمہ و شرح مولوی عبدالمجید خان کا ہے۔ ناشر اور سنِ اشاعت کے باب میں معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

بھگت مال اُردو:

نابھا داس جی کے ''بھگت مال'' کو منشی تلسی داس نے اردو میں منتقل کیا۔اس ذخیرہ ءکتب میں نول کشور سے شائع ہونے والے اس کے دو ایڈیشن موجود ہیں۔ایک ایڈیشن پر بارِ دوم درج ہے جو نول کشور، کان پور سے ۱۸۸۹ء میں جبکہ دوسرے ایڈیشن پر بارِ یاز دھم (گیارہ) درج ہے جو نول کشور، لکھنو سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا تھا۔گیارہویں ایڈیشن کی اشاعت سے اس کتاب کی طلب اور مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔اگرچہ یہ کتاب ترجمہ کی گئی لیکن اشاعتوں کا تذکرہ ''بارِ یاز دھم'' میں فارسی کا چلن صاف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

پھولوں کی ڈالی:

راست بازی کے علم پر مشتمل یہ مختصر کتابچہ نول کشور، لکھنو سے شائع ہوا۔سنِ اشاعت درج نہیں اور نہ ہی اس نسخے سے مصنف اور مترجم کا تعین ہو سکا ہے۔

ترجمہ اردو ریاضِ رضوان (شرح فارسی گلستان):

شیخ سعدی کی تصنیف ''گلستان'' کی فارسی شرح ''ریاضِ رضوان'' کا یہ اردو ترجمہ ہے۔مترجم مولوی ابوالحسن ہیں۔ ''گلستان'' کی فارسی شرح کا یہ اُردو ترجمہ نول کشور، لکھنو سے فروری ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا۔اُردو میں جن تخلیق کاروں کو سب

سے زیادہ ترجمے کی صورت میں پیش کیا گیا، ان میں شیخ سعدی کا نام نمایاں ہے۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے بعد فارسی کتب کے اُردو تراجم ایک تسلسل کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ فارسی میں سعدی شناسی کی روایت سے آگاہ ہونے اور اسے جانچنے کے لیے یہ ترجمہ اہم وسیلہ معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ قانون (جلد دوم):

شیخ بوعلی سینا کی ''القانون'' کم وبیش دنیا کی ہر زبان میں نہ صرف ترجمہ کی گئی بلکہ نصابات میں بھی شامل رہی۔طبی کتب کے تراجم کی اہمیت اور برصغیر میں ان کی اہمیت پر ہم گذشتہ صفحات میں روشنی ڈال چکے ہیں،اس نوع کی کتب کے تراجم میں بوعلی سینا کے اردو تراجم کو مرکزیت حاصل ہے۔زیرِ نظر نسخہ ''القانون'' کے اُردو ترجمے کی دوسری جلد ہے جسے حکیم سید غلام حسین نے اُردو میں ڈھالا۔ یہ جلد نول کشور، لکھنو سے مئی ۱۹۳۰ء میں پانچویں بار شائع ہوئی۔

ترجمہ قانون (جلد چہارم):

شیخ بوعلی سینا کی ''القانون'' کی چوتھی جلد کے اردو ترجمے کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔مترجم حکیم سید غلام حسین ہیں۔ زیر نظر نسخہ نول کشور، لکھنو سے دوسری بار ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔

ترجمہ قانون (جلد پنجم):

''القانون'' کی پانچویں جلد کے اردو ترجمے کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔مترجم حکیم سید غلام حسین ہیں۔ زیر نظر نسخہ نول کشور، لکھنو سے دوسری بار ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔

ترجمہ مجرباتِ دبیری:

اس کتاب کا اُردو ترجمہ مولانا بشارت علی خان نے کیا، جسے نول کشور لکھنو سے شائع کیا گیا۔سنِ اشاعت درج نہیں۔

ترجمہ فارسی شرح وقایہ مع ملتقی الابحر:

فارسی شرح کا یہ اُردو ترجمہ نول کشور، لکھنو سے ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا۔ اس میں محمد بن ابراھیم کے حواشی بھی اردو میں ڈھالے گئے ہیں۔فارسی زبان میں علمی، ادبی اور مذہبی موضوعات پر شارحین کی کتب کے اردو تراجم اس بات کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں کہ ہندوستان میں اُردو دان طبقہ فہم وتعبیر کے لیے فارسی کتب کے فارسی شارحین کی جانب ایک گونہ لگاؤ ضرور رکھتا تھا۔شارحین کی کتب کے تراجم جہاں اس لگاؤ کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہاں مقامی زبانوں میں شارحین کی کمی کے ساتھ ساتھ اپنے شارحین پر قدرے عدم اطمینان کی نشان دہی بھی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

ترجمہ نیکر ومینر (حصہ دوم):

ہم گذشتہ صفحات میں رینالڈس کے باب میں اشارہ کر چکے ہیں کہ آپ اپنے عہد میں مقبول ادب لکھنے والوں میں سے ایک تھے۔ان کی انگریزی تحریروں کو تسلسل کے ساتھ اردو میں نہ صرف ڈھالا گیا بلکہ اہم اشاعتی اداروں نے اس کے تراجم

کو بڑے اہتمام کے ساتھ، تواتر سے شائع کیا۔ یہ الگ بات کہ رینالڈس کی تحریروں کو سنجیدہ ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل نہیں ہوسکی اور نہ اس کی تخلیقات کے تراجم نے اردو کے افسانوی ادب پر کوئی اثرات مرتب کیے۔ اب جبکہ ہمارے یہاں ابنِ صفی وغیرہ کی بازیافت کی جارہی ہے تو ممکن ہے کہ آنے والے وقتوں میں رینالڈس کی افسانوی تحریروں کے اردو تراجم کو بھی اہمیت دی جانے لگے۔

زیرِ نظر ترجمہ نیکر ومیز کے عنوان سے شائع ہوا۔ عنوان میں جلد دوم کی صراحت بھی موجود ہے۔ مترجم منشی صدیق احمد ہیں۔ یہ ترجمہ نول کشور، لکھنو سے ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔

چشمہ فیض:

حضرت فریدالدین عطار سے منسوب ''پند نامہ'' کا یہ اردو ترجمہ مولوی عبدالغفور خان نساخ نے ''چشمہ فیض'' کے عنوان سے کیا۔ اس پانچویں ایڈیشن کو نول کشور، کان پور سے جنوری ۱۹۱۱ء میں شائع کیا گیا۔

چہل مسائل:

''رسالہ نادرالوجود'' کا یہ اردو ترجمہ سید محمد ابراھیم حسینی نے ''چہل مسائل'' کے عنوان سے کیا جسے نول کشور، لکھنو نے پانچویں بار ۱۹۱۰ء میں شائع کیا۔

خوبیٔ قسمت:

''خوبیٔ قسمت'' کے عنوان سے یہ اردو ترجمہ سید وجاہت حسین نقوی نے کیا جسے نول کشور، لکھنو نے دوسری بار ۱۹۲۳ء میں شائع کیا۔ اصل کتاب اور مصنف کا حوالہ درج نہیں۔

ذخیرہ سعادت:

''ذخیرہ سعادت'' کے عنوان سے یہ ترجمہ اردو میں لالہ لال جی نے کیا جسے نول کشور، کان پور نے نومبر ۱۸۹۷ء میں شائع کیا۔ اس ترجمے میں اصل مصنف اور کتاب کا اصل عنوان درج نہیں۔ متن سے اندازہ ہوتا کہ معاشرتی زندگی میں اخلاقی جہت کو مرکزِ نگاہ بنایا گیا ہے۔

رسالہ کشف الاسرار:

''می باید شنید'' کا یہ اردو ترجمہ ''رسالہ کشف الاسرار'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ مترجم کا نام راجشور راؤ ہے۔ اس ترجمے کو نول کشور، لکھنو سے ۱۹۲۶ء میں شائع کیا گیا۔

سری رام کرت مہابھارت انوساسن پرب:

مہابھارت کے مختلف ابواب کو اُردو رسم الخط میں تبدیل کر کے اس کی اشاعت کرنا نوآبادیاتی عہد کا عمومی رویہ ہے جو مختلف مذاہب کے مابین فکری روابط کی نشان دہی ضرور کرتا ہے، اس ربط وضبط کے ساتھ ساتھ لسانی بنیادوں پر کھو کھلے امتیازات

کی قلعی بھی کھولتا ہے ۔اس نوع کی کتب کی اشاعت سے کسی قدر اندازہ ہوتا ہے کہ برصغیر میں مختلف اقوام کے درمیان لسانی بنیادوں جو تفریق پیدا کرنے کی کاوش کی گئی ،اس کی بنیاد علمی اور ادبی نہ تھی بلکہ سیاسی تھی۔

مہابھارت کے انوساسن پرب کا یہ اردو ترجمہ (اگر چہ اسے ترجمہ نہیں کہنا چاہیے) سری رام کایستھ دہلوی نے کیا ۔ اس کتاب کو نول کشور،لکھنو سے دوسری بار ۱۹۱۷ء میں شائع کیا گیا۔

سیاسیاتِ ہند مابعد غدر:

ڈاکٹر چنتا منی کی انگریزی کتاب Indian Politic since the Munity کو سید افضل حسین ایڈوکیٹ نے اردو میں ترجمہ کیا جسے نول کشور،لکھنو نے شائع کیا ۔کتاب سے سن اشاعت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ یہ ترجمہ اس لیے بھی قابل قدر ہے کہ اُردو میں زیادہ تر جو کتب ترجمہ ہوئیں ، ان کا تعلق ادبیات ، مذاہب ، اخلاقیات اور طب سے تھا۔ سیاست کے موضوع پر اردو میں تراجم کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔اس صورتِ حال میں یہ کتاب غنیمت محسوس ہوتی ہے۔

علاج الغربا:

یہ ترجمہ طب کے حوالے سے ہے ۔مترجم کا نام حکیم غلام امام ہے۔اس کتاب کی اشاعت نول کشور،لکھنو سے فروری ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔

فسانہ جمیل از ارنیلڈ (عہد جہانگیری میں خفیہ مقتولوں کی تحقیقات کا فسانہ):

اس ترجمے کے پیش لفظ میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ اس کتاب میں عہدِ جہانگیری میں خفیہ مقتولوں کی تحقیقات کی گئیں ہیں۔کتاب کا عنوان ’’فسانہ جمیل‘‘ ہرگز اس دعویٰ کی تائید نہیں کرتا۔اصل مصنف کا نام ارنیلڈ ہے۔مترجم حامد حسن ہیں۔ اس کتاب کو نول کشور،لکھنو سے اکست ۱۹۲۴ء میں شائع کیا گیا۔

فسانہ سوزنِ عشق:

جارج ڈبلیو۔ایم رینالڈس تسلسل سے اردو میں ترجمہ کیے جانے والے ادیبوں میں سے ایک تھے ۔نول کشور نے ان کے تراجم کو تواتر سے شائع کیا ۔زیرِ نظر ترجمہ ’’فسانہ سوزنِ عشق‘‘ کے عنوان سے پنڈت بشمبھر ناتھ نے کیا ۔یہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۴ء میں نول کشور،لکھنو سے شائع کیا گیا۔

فریبِ حسن:

’’فریبِ حسن‘‘ کے عنوان سے زیرِ نظر اردو ترجمہ خواجہ اکبر حسین نے کیا ۔اصل مصنف جارج ڈبلیو ۔ایم رینالڈس ہیں ۔ یہ کتاب نول کشور،لکھنو سے ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی جو اس کا دوسرا ایڈیشن ہے۔

قدوری فارسی (ابی القاسم بن حسین کے فقہ الفقہا کا فارسی ترجمہ):

ابی القاسم بن حسین کے فقہ الفقہا کا یہ فارسی ترجمہ ہے ۔مترجم کا نام درج نہیں اور نہ ہی متن سے اس کی کوئی داخلی

شہادت مل پائی ہے۔اس کتاب کو نول کشور، لکھنو سے نومبر ۱۹۱۰ء میں شائع کیا گیا۔اگر چہ یہ کتاب اُردو تراجم کی درجہ بندی میں شامل نہیں ہوتی لیکن اسے تراجم کی اس فہرست میں شامل کیا جا رہا ہے کہ اس ذخیرہ ءکتب میں فارسی اور عربی میں تراجم کی حامل کتب کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اور فارسی، عربی کی الگ کی درجہ بندی نہیں کی گئی۔

قصہ پرسلسس نواب ٹائر:

یہ اُردو قصہ ''ٹیلس فرام شیکپیر'' کے بیس قصوں میں سے سولھواں قصہ ہے ان بیس قصوں کو مولوی احسان اللہ چریا کوٹی نے اُردو میں ترجمہ کیا تھا اور اس سلسلے کو'' مجموعہ ءافسانہ ءدلپذیر'' کا عنوان دیا تھا۔ان قصوں کے'' خاتمہ الطبع'' سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل یہ قصے اودھ اخبار میں شائع ہوئے تھے جنہیں بعد ازاں، الگ الگ بیس جلدوں کی صورت میں نول کشور، کان پور سے شائع کیا گیا۔ ہائیڈل برگ یونیورسٹی کے اس تازہ ذخیرہ نول کشور میں موجود ان قصوں کی تعداد چھ ہے۔ان بیس قصوں کی اشاعت ۱۸۹۰ء میں ہوئی تھی۔زیرِ نظر قصہ مارچ ۱۸۹۰ء میں نول کشور، کان پور سے شائع ہوا اور یہ اس کا پہلا ایڈیشن ہے۔

قصہ رومیو اور جولیٹ:

اس کتاب کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے کہ جو ایک طرح سے اس کا تعارف بھی ہے:

> ''یہ انگریزی کتاب ٹیلس فرام سکسپیر کی مجموعہ ءافسانہ دلپذیر کے بیس ۲۰ قصون مین کا پہلا دلچسپ فسانہ جو حقیقت مین حکمت آموز یکا خزانہ ہے موسوم بہ قصہ رومیو اور جولیٹ جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ چریا کوٹی وکیل بانسگاؤن ضلع گورکھپور نے بایماءِ مطبع اودھ اخبار بمحاورات سلیس انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔''۵

خاتمہ الطبع سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیکسپیئر کے ان قصوں کے یہ اُردو تراجم اس سے قبل اودھ اخبار میں شائع ہو چکے تھے۔یہ بیس قصے'' فسانہ دلپذیر'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئے۔کم و بیش سبھی قصے ۱۸۹۰ء کے دوران ہی میں اشاعت پذیر ہوئے تھے۔رومیو اور جولیٹ کا یہ قصہ جنوری ۱۸۹۰ء میں نول کشور، کان پور سے شائع ہوا۔اس کے صفحات کی تعداد بائیس ہے۔

اس اشاعت میں حواشی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔کرداروں کے انگریزی نام جوں کے توں رہنے دیئے گئے ہیں، البتہ حاشیہ میں ان کے نام انگریزی حروف میں درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ تلفظ میں آسانی رہے۔بعد ازاں، انگریزی کے افسانوی ادب کے تراجم میں یہ پہلو بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ کرداروں کے نام بھی مشرقی رکھ دیئے گئے تھے جس سے بڑی الجھن پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے۔مولوی احسان اللہ چڑیا کوٹی نے کرداروں کے ناموں میں باب میں احتیاط برتی ہے۔اس احتیاط کے باوجود ترجمے میں کہیں کہیں مشرقی حوالے درآئے ہیں کہ جو قصوں کی مجموعی فضا سے لگا نہیں کھاتے۔ایک مثال ملاحظہ کیجیے

> ''بجائے اسکے کہ گھر جا کر سوتا سیدھا ایک خانقاہ مین درویش لارنس کے پاس چلا گیا۔۔۔انتظار شب وصل مین وہ روز فراق جولیٹ پر ایسا بھاری تھا۔ جیسے ناصبری لڑکون کو شب عید کہ نئے نئے کپڑون کو صبح

ہوے بغیر وہ پہن نہین سکتے۔''۶

خانقاہ، درویش لارنس، عید کے نئے کپڑوں کے لیے بے چینی وغیرہ اس نوع کے حوالے مشرق سے مخصوص ہیں کہ جنہیں کثرت سے مولوی احسان اللہ نے اپنے اس ترجمے میں برتا ہے۔علاوہ ازیں، اس ترجمے میں اپنے عہد کے مروجہ رواج اور رسوم سے بھی مترجم نے مدد حاصل کی ہے۔اتفاق یہ ہے کہ تشبیات کے غرض سے مترجم نے جن ثقافتی اور سماجی حوالوں کو مثال بنایا ہے، ان میں آفاقیت دکھائی نہیں دیتی۔ان کی ترجمہ کی ہوئی زیادہ تر تشبیہات زمان ومکان سے ماورا نہیں ہو پاتیں کہ جو شیکسپیئر کے فن کا اہم رخ ہے۔نو آبادیاتی نظام میں کتنی تیزی کے ساتھ فاتحین اپنے مشاہیر کو متعارف کرواتے ہیں، ان تراجم کی اشاعت اس کی ایک مثال ہے۔

قصہ سیمبیلائن:

یہ قصہ ٹیلس فرام شیکسپیئر کا بیسواں اور آخری قصہ ہے۔مترجم مولوی احسان اللہ چریا کوٹی ہیں۔صفحات کی تعداد بائیس ہے۔اس قصہ کی اشاعت جولائی ۱۸۹۰ء میں نول کشور، کان پور سے ہوئی۔ پہلا قصہ'' رومیو اور جولیٹ'' جنوری ۱۸۹۰ء میں جبکہ آخری قصہ ''قصہ سیمبیلائن'' جولائی ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ بیس قصے چھ ماہ کی مدت میں شائع ہوئے تھے۔اس قصے کے آخری صفحہ پر مولانا حامد علی خان حامد کا قطعہ ءتاریخ درج ہے جو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

نہین بیس قصے یہ چھاپے گئے　　خزانے ہین حکمت کے واللہ یہ
لکھا مین نے حامد یہ مصرع طبع　　بہت خوب قصے لکھے واہ یہ ے

قصہ میکبتھ از شیکسپیئر:

یہ قصہ'' مجموعہ ءافسانہ ءدلپذیر'' کے سلسلے کا پانچواں قصہ ہے۔مترجم مولوی احسان اللہ چریا کوٹی ہیں۔اس قصہ کو نول کشور، کان پور سے جنوری ۱۸۹۰ء میں شائع کیا گیا۔صفحات کی تعداد پندرہ ہے۔متن میں افراد اور مقامات کے ناموں کی کتابت نمایاں انداز میں موٹے قلم سے کی گئی ہے اور حاشیہ میں انگریزی ہجے بھی درج کر دیے گئے ہیں۔

قصہ ونر کی کہانی:

یہ قصہ''مجموعہ ءافسانہ ءدلپذیر'' کے سلسلے کا سترواں قصہ ہے۔مترجم مولوی احسان اللہ چریا کوٹی ہیں۔اس قصہ کو نول کشور، کان پور سے جون ۱۸۹۰ء میں شائع کیا گیا۔صفحات کی تعداد اٹھارہ ہے۔اس قصہ میں بھی افراد، مقامات کے نام اصل اور کتابت کا انداز نمایاں ہیں۔ترجمہ کی زبان اگرچہ رواں ہے لیکن کہیں کہیں مقامیت کے اثرات واضح طور پر موجود ہیں۔

کایست دھرم درپن:

اس کتاب کے مولف رام چرن جبکہ مترجم لال جی ہیں۔زیرِ نظر ایڈیشن چھٹا ایڈیشن ہے جو نول کشور، لکھنو سے جنوری ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔

گیت بھنور:

مہاراج سور داس کی ''گیت بھنور'' کے مترجم نتھو لال ہیں۔ زیرِ نظر ایڈیشن تیسرا ایڈیشن ہے جو نول کشور، لکھنو سے اگست ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا۔

مارگریٹ:

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کے اس ناول کے مترجم گرجا سہائے ہیں۔ یہ ترجمہ نول کشور، لکھنو سے دوسری بار ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔

مترجم دلائل الخیات:

یہ ترجمہ نول کشور، لکھنوء سے اکتوبر ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا۔ کتاب کے مصنف محمد بن سلیمان انجرولی ہیں جبکہ مترجم کا نام درج نہیں۔

مطلع العجائب ترجمہ معلومات الافاق:

اس کتاب کے مترجم مولوی مہدی علی خان ہیں، مصنف کا نام درج نہیں۔ یہ ترجمہ جون ۱۸۷۳ء میں شائع ہوا۔

ملخص فصول بقراطی:

مترجم غلام حسین نیشاپوری ہیں۔ مذکورہ ایڈیشن چوتھا ایڈیشن ہے جو نول کشور لکھنو سے مارچ ۱۸۷۹ء میں شائع ہوا۔

منتخب احکام القران ترجمہ اُردو مع فوائد:

مولوی ابراھیم علی خان اس کے مترجم ہیں۔ یہ ترجمہ نول کشور لکھنوء سے جون ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔

مہابھارت (جلد اوّل) مترجم منشی سری رام ماتھ دہلوی:

منشی رام ماتھ دہلوی نے اس کتاب کو اردو میں ڈھالا۔ زیرِ نظر ایڈیشن تیسرا ایڈیشن ہے جو نول کشور، لکھنو سے ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

مہاتم ایکا دشی (پوتھی کا فارسی ترجمہ):

ہندومت سے متعلق پوتھی کا یہ فارسی ترجمہ ہے۔ مصنف و مترجم کا نام درج نہیں۔ یہ پوتھی نول کشور، لکھنو سے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔

نیرنگ فرہنگ:

وکٹر ہیوگو کی اس کتاب کو منشی دوراکا پرشاد نے ''نیرنگ فرہنگ'' کے عنوان سے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ نول کشور، لکھنو سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔

ویگز ونسیڈا ترجمہ وہروولف:

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس'' وہروولف'' کو ان کی دیگر تصانیف کی نسبت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور یاد بھی رکھی گئی۔ اس کتاب کو منشی امیر حسین نے اُردو میں ڈھالا۔ زیرِ نظر ایڈیشن تیسرا ایڈیشن ہے جو اکتوبر ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب کے چوتھے ایڈیشن کی اشاعت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ویرنا دے وشریف زادے:

یہ قصہ شیکسپیر کی ٹیلس فرام شیکسپیئر (مجموعہ ء افسانہ ء دلپذیر) کے سلسلے کا انیسواں قصہ ہے۔ مترجم مولوی احسان اللہ چریا کوٹی ہیں۔ اس قصہ کو نول کشور، کان پور سے شائع کیا گیا۔ خلافِ معمول اس قصہ میں موجود'' خاتمہ الطبع'' میں اشاعت کی تاریخ درج نہیں لیکن اس کے بعد شائع ہونے والے بیسویں قصے کی اشاعت (جولائی ۱۸۹۰ء) اور سترویں قصے کی اشاعت (جون ۱۸۹۰ء) کو سامنے رکھا جائے تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ قصہ جولائی ۱۸۹۰ء میں اشاعت سے ہم کنار ہوا ہو گا۔

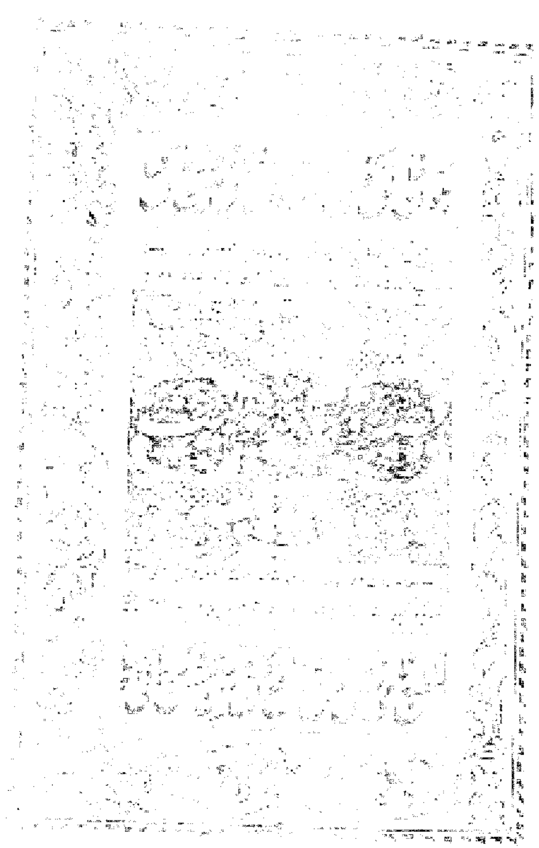

☆

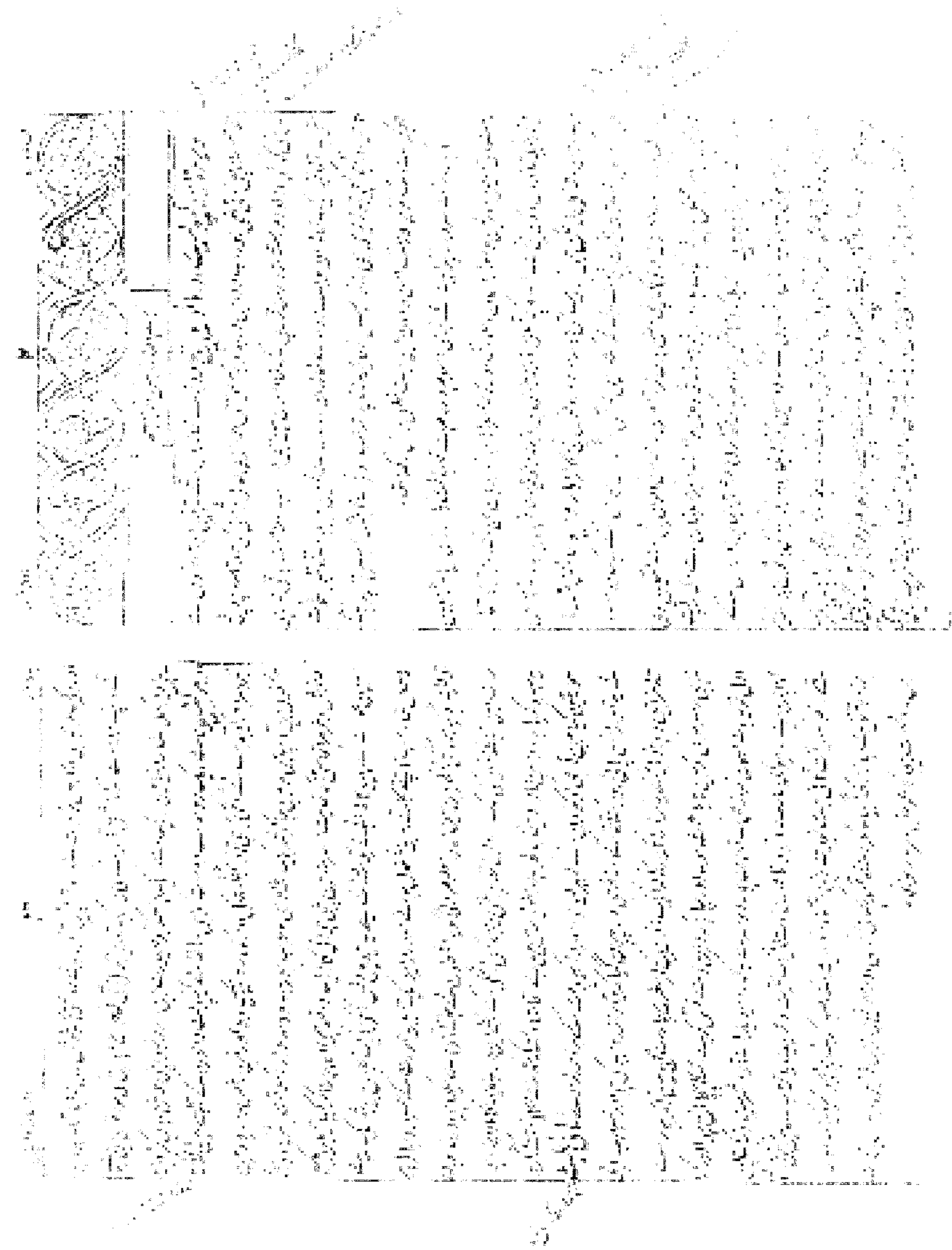

☆

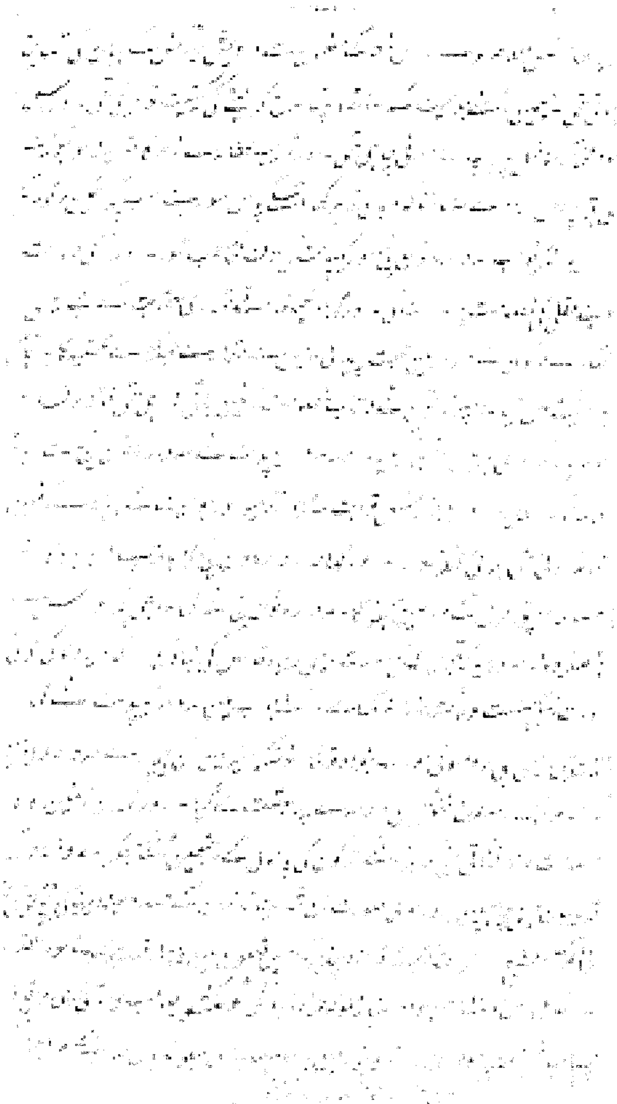

☆

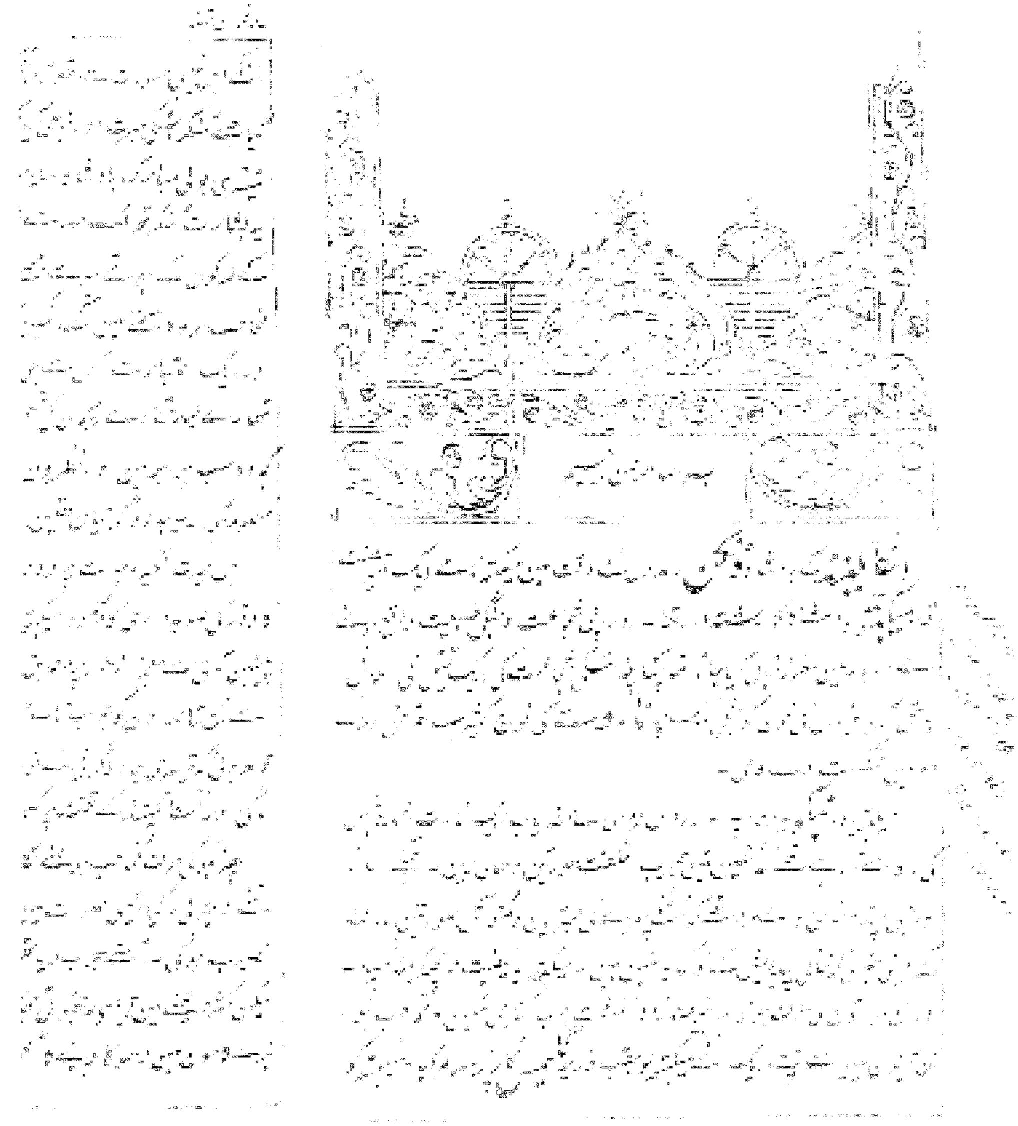

☆

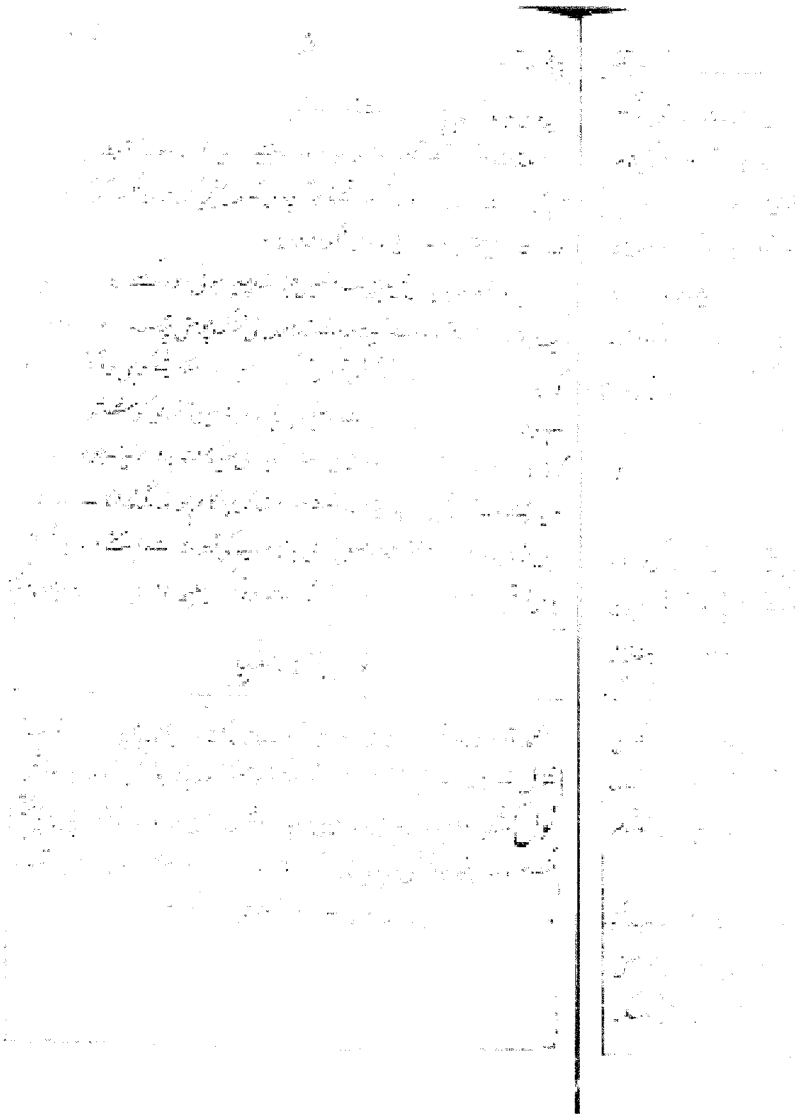

☆

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ ہائیڈل برگ یونیورسٹی، جرمنی میں موجود نول کشور کے مذکورہ ذخیرہ ءکتب کے حوالے سے راقم کے چند ایک مقالات مجلّہ ''تحقیق نامہ'' جی سی یونیورسٹی، لاہور، مجلّہ ''معیار'' انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس ذخیرہ ءکتب کی مزید تفصیل درج بالا رسائل میں شائع ہونے والے مقالات سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

۲۔ شرر، عبدالحلیم: ''گذشتہ لکھنؤ''، ص:۱۲۴

۳۔ ایضاً

۴۔ کارکنانِ مطبع: ''اُردو ترجمہ معالجاتِ سدیدی''، لکھنؤ، نول کشور، س۔ن، ص:۱۸۴

۵۔ کارکنانِ مطبع: ''خاتمہ الطبع'' مشمولہ ''قصہ رومیو اور جولیٹ'' از شیکسپیئر مترجم مولوی احسان اللہ چڑیا کوٹی، کان پور، نول کشور، جنوری ۱۸۹۰ء، ص:۲۲

۶۔ شیکسپیئر: ''قصہ رومیو اور جولیٹ'' مترجم مولوی احسان اللہ چڑیا کوٹی، ص:۸۔۹

۷۔ شیکسپیئر: ''قصہ سیمبلائن''، مترجم مولوی احسان اللہ چڑیا کوٹی، کان پور، نول کشور، جولائی ۱۸۹۰ء، ص:۲۲